عقائد

تنظیم اسلامی کے بنیادی دینی تصورات ــــــ یعنی عقائد ـــــــ اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں، جن کی رُو سے: ہر عاقل و بالغ مسلمان خواہ وہ مرد ہو یا عورت، پر لازم ہے کہ وہ:

(الف) پورے شعور وادراک کے ساتھ اقرار کرے کہ:

"اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ، اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ"

یعنی میں یقین رکھتا ہوں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے اسماء وصفات سے ظاہر ہے اور قبول کرتا ہوں اس کے جملہ احکام، اقرار کرتا ہوں زبان سے اور تصدیق کرتا ہوں دل سے! ــــــ اور

"اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ"

یعنی میں یقین رکھتا ہوں اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتاب پر، اور اس کے رسولوں پر، اور یوم آخر پر، اور تقدیر پر کہ اس کی بھلائی اور بُرائی سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر۔

تشریح: اسلام کی اساس ایمان پر قائم ہے اور ایمان کی تعبیر کے لئے ایمان مجمل اور ایمان مفصّل کے مندرجہ بالا الفاظ جو سلف سے منقول ہیں، حد درجہ موزوں بھی ہیں اور نہایت جامع و مانع بھی۔ اس لئے کہ ان میں ایمانیات کی تفصیل کے علاوہ دو اہم اور بنیادی نکتے بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایمان زبانی اقرار (جو اُس قانونی ایمان یعنی اسلام کا رکن اولین ہے جس پر تمام دنیوی معاملات کا دارومدار ہے اور جس پر اسلامی ہیئت اجتماعی کی بنیاد قائم ہوتی ہے) اور تصدیق قلبی (جس پر اُس حقیقی ایمان کا دارومدار ہے جس کی بناء پر آخرت میں کوئی شخص مومن قرار پائے گا) دونوں کا مجموعہ ہے اور دوسرے یہ کہ علمی ونظری اور اصولی اعتبار سے ایمان حقیقتاً ایمان باللہ ہی کا نام ہے۔ بقیہ تمام ایمانیات اسی اصل کی فروع اور اسی اجمال کی تفصیل ہیں۔ چنانچہ ایمان بالآخرت بھی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حکمت وعدل کا مظہر ہے اور ایمان بالرسالت بھی اس کی صفاتِ ربوبیت وہدایت ہی کی توسیع۔

اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ــــ وہ اَلْاَحَد ہے یعنی ہر اعتبار سے تنہا اور اکیلا، چنانچہ نہ کوئی اس کی ذات میں شریک ہے نہ صفات میں، نہ حقوق میں نہ اختیارات میں، نہ اس کا کوئی ہم جنس ہے نہ ہم کفو، نہ ہم سر ہے نہ ہم پلّہ، نہ ضد ہے نہ ندّ نہ مثل ہے نہ مثال ــــ وہ الصَّمَد ہے یعنی وہ پورے سلسلہ کون ومکان کا مبدع بھی ہے اور موجد بھی، خالق بھی ہے اور باری بھی، صانع بھی ہے اور مصور بھی اور اسی کی توجہ وعنایت اسے تھامے ہوئے بھی ہے اور قائم کئے ہوئے بھی۔

وہ پاک اور منزہ ومبرا ہے ہر عیب، ہر نقص، ہر کمی، ہر ضعف، ہر احتیاج، ہر غلطی اور ہر کوتاہی سے، گویا وہ سبوح بھی ہے اور القدوس بھی ــــ اور جامع ہے تمام محاسن وکمالات کا، اور ہر خیر اور خوبی کا بدرجہ تمام وکمال، گویا وہ الغنی بھی ہے اور الحمید بھی، کسی کو کوئی قوت وطاقت حاصل نہیں بجز اس کے اذن واجازت کے، گویا وہی، العلی بھی ہے اور العظیم بھی اور المتعال بھی ہے اور الکبیر، المتکبر بھی۔ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" اس کی ذات وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے اور اس کی ماہیت اور کنہ کو کوئی نہیں جان سکتا اور اس کی معرفت کی واحد راہ اس کے اسماء وصفات کے واسطے ہی سے ہے۔ چنانچہ تمام اچھے نام اسی کے ہیں اگرچہ متعین طور پر اس کے اسماءِ حسنیٰ وہی ہیں جو قرآن اور حدیث نبویؐ میں وارد ہوئے ــــ اسی طرح وہ تمام صفات کمال سے بتمام وکمال متصف ہے جن میں سے اہم ترین آٹھ ہیں یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین، چنانچہ وہی الحی بھی ہے اور القیوم بھی اور السمیع بھی ہے اور البصیر بھی "عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْر" بھی ہے اور "بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْم" بھی "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْد" بھی ہے اور "اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْن" کی شان کا حامل بھی ــــ مزید برآں اس کی جملہ صفات اس کی ذات ہی کے مانند مطلق ولامتناہی ہیں نہ کہ محدود ومقید، اور قدیم ہیں نہ کہ حادث اور ذاتی ہیں نہ کہ کسی اور کی عطا کردہ۔

فرشتے وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نور سے تخلیق فرمایا۔ وہ صاحب تشخص وجود کے حامل ہیں نہ کہ مجرد قوائے طبعیہ، ان کا نہ مذکر ہونا معلوم ہے نہ مونث، وہ خدا سے قرب ضرور رکھتے ہیں لیکن الوہیت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، وہ اللہ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا حکم انہیں بارگاہِ خداوندی سے ملے، وہ اللہ کے احکام کی تنفیذ بھی کرتے ہیں اور خالق ومخلوق کے مابین پیغام رسانی بھی، چنانچہ وہی انبیاء ورُسل تک وحی لاتے رہے ہیں، ان کی تعداد بے شمار ہے لیکن چار بہت مشہور بھی ہیں اور جلیل القدر بھی۔ یعنی حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام۔

اللہ کی کتابوں میں سے بھی چار ہی معلوم ومعروف ہیں، یعنی توراۃ جوحضرت موسیٰؑ کوعطا ہوئی اور زبور جوحضرت داؤدؑ کوعطا ہوئی اور انجیل جوحضرت عیسیٰؑ کوعطا ہوئی اور قرآن جوحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوعطا ہوا، جواللہ کی آخری کتاب اور نوعِ انسانی کے نام اللہ کا آخری اور مکمل پیغام ہے، جس کے بعد کوئی اور کتاب نازل نہ ہوگی اور جو من وعن محفوظ موجود ہے اور ہمیشہ رہے گا جبکہ باقی تینوں کتابیں ردوبدل اور تغیر وتحریف کا ہدف بن چکی ہیں، گویا اب قرآن ہی اُن کا مصدق بھی ہے اور مہیمن بھی ___ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے پیغمبروں کے صحیفے عطا ہوئے جن میں سے کچھ اب دنیا میں سرے سے موجود ہی نہیں ہیں، باقی محرف اور مبدل ہیں۔

اللہ کے رسول نوعِ انسانی کے وہ برگزیدہ افراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے وقتاً فوقتاً چنا اور پسند فرمایا۔ وہ انسانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے اور سب گناہ سے پاک یعنی معصوم تھے، ان کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے، قرآن مجید میں جن کے نام مذکور ہیں ان کے سوائے کسی اور کو یقین کے ساتھ نبی یا رسول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان میں سے پانچ حددرجہ اولوالعزم اور نہایت عالی مرتبہ ہیں یعنی حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان میں سے بعض کو بعض پر بعض پہلوؤں سے جزوی فضیلت حاصل ہے لیکن جملہ انبیاء ورُسل پر فضیلت کُلی سید ولد آدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے، جو خاتم النبیین بھی ہیں اور آخرالرسل بھی اور جن کے بعد وحی نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کُلی طور پر بند ہو چکا ہے۔

انبیاء ورُسل کی تائید وتقویت کے لئے اللہ تعالیٰ عام مادی ضوابط کو عارضی طور پر معطل کرکے گویا عادی قانون کو توڑ کر اپنی آیات ظاہر کرتا اور معجزات دکھاتا رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بے شمار حسی معجزے عطا ہوئے لیکن آپ کا اہم ترین اور عظیم ترین معجزہ معنوی ہے یعنی قرآن حکیم۔

یوم آخر وہ دن ہے جس میں تمام انسان دوبارہ زندہ ہوکر عدالت خداوندی میں محاسبے اور جزاوسزا کے فیصلے کے لئے پیش ہوں گے جس کے نتیجے میں یا جنت میں داخلہ ہوگا یا جہنم میں ___ اس دن اقتدار مطلق اور اختیار کلی صرف اللہ واحد وقہار کے ہاتھ میں ہوگا نہ کسی کو کسی جانب سے کوئی مدد مل سکے گی، نہ کوئی کچھ دے دلا کر چھوٹ سکے گا، نہ کوئی سفارش ہی خدا کی پکڑ سے بچا سکے گی۔ انبیاء ورُسل، صلحاء واتقیاء، ملائکہ وارواح اور سب سے بڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ کے اظہار واعلان اور ان کے اعزاز واکرام کے لئے شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور گناہ گار اہل ایمان کے حق میں ان کی شفاعت قبول بھی ہوگی لیکن نہ وہ خدا کی مرضی اور منشاء کے خلاف کچھ کہیں گے اور نہ ہی خدا کی صفت عدل باطل ہوگی۔

تقدیر کے خیر وشر کا من جانب اللہ ہونا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور مخلوقات میں سے کسی کے بس میں نہیں کہ بغیر اس کی اجازت محض اپنے ارادے سے کچھ کرسکے۔ لہٰذا یہاں جو کچھ ظہور پذیر ہوتا ہے خواہ وہ کسی کو بھلا لگے یا بُرا، اللہ کے اذن ہی سے ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو خدا کا عاجز ولاچار ہونا لازم آتا ہے۔ مزید برآں، وہ ''عَـالِـمُ مَـا كَـانَ وَمَايَكُونَ '' بھی ہے۔ چنانچہ اس پورے سلسلہ کون ومکان میں جو کچھ ماضی میں ہوا، یا حال میں ہو رہا ہے یا مستقبل میں ہوگا سب اس کے علم قدیم میں پہلے سے موجود ہے، اگرچہ اس کا یہ علم جبرِ محض کو مستلزم نہیں ___ گویا، ایمان بالقدر، دراصل اللہ تعالیٰ کی دو صفات یعنی قدرت اور علم کے مضمرات اور مقدرات ہی کو ماننے کا نام ہے۔

بعث بعد الموت سے مراد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا نفخۂ اُولیٰ ہوگا جس کے نتیجے میں کائنات کا پورا موجودہ نظام درہم برہم ہوجائے گا اور سب پر ایک عمومی موت طاری ہوجائے گی۔ پھر جب اللہ کا اذن ہوگا نفخۂ ثانیہ ہوگا اور سب جی اُٹھیں گے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامِ قیامت پیدا ہونے والے آخری انسان تک سب میدان حشر میں جمع کئے جائیں گے!

(ب) کلمہ طیبہ ''لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کے جملہ مضمرات ومقدرات کے فہم وشعور کے ساتھ گواہی دے کہ:

''اَشْهَـدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ '' یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تشریح: اس شہادت کے جزواوّل کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان اور جو کچھ آسمان وزمین میں ہے سب کا خالق، پروردگار، مالک اور تکوینی وتشریعی حاکم صرف اللہ ہے، ان میں سے کسی حیثیت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ گویا ''اَلَا لَهُ الخَلقُ وَالْاَمْرُ'' اور ''لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ''

اس حقیقت کو جاننے اور تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ:

۱۔ انسان اللہ کے سوا کسی کو ولی وکارساز، حاجت روا اور مشکل کشا، فریاد رس اور حامی وناصر نہ سمجھے، کیونکہ کسی دوسرے کے پاس کوئی اقتدار ہے ہی نہیں۔

۲۔ اللہ کے سوا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے والا نہ سمجھے، کسی سے تقویٰ اور خوف نہ کرے، کسی پر توکل نہ کرے، کسی سے اُمیدیں وابستہ نہ کرے، کیونکہ تمام اختیارات کا مالک تنہا وہی ہے۔

۳۔ اللہ کے سوا کسی سے دُعا نہ مانگے، کسی کی پناہ نہ ڈھونڈے، کسی کو مدد کے لئے نہ پکارے۔ کسی کو خدائی انتظامات میں ایسا دخیل اور زور آور بھی نہ سمجھے کہ اس کی سفارش قضائے الٰہی کو ٹال سکتی ہو، کیونکہ خدا کی سلطنت میں سب بے اختیار رعیت ہیں، خواہ فرشتے ہوں یا انبیاء یا اولیاء۔

۴۔اللہ کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکائے، کسی کی پرستش نہ کرے، کسی کو نذر نہ دے اور کسی کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے جو مشرکین اپنے معبودوں کے ساتھ کرتے رہے ہیں، کیونکہ تنہا ایک اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے۔

۵۔ اللہ کے سوا کسی کو بادشاہ، مالک الملک اور مقتدرِ اعلیٰ تسلیم نہ کرے، کسی کو باختیار خود حکم دینے اور منع کرنے کا مجاز نہ سمجھے، کسی کو مستقل، بالذات شارع اور قانون ساز نہ مانے اور اُن تمام اطاعتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے جو ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے تحت اور اُس کے قانون کی پابندی میں نہ ہوں، کیونکہ اپنے ملک کا ایک ہی جائز مالک اور اپنی خلق کا ایک ہی جائز حاکم اللہ ہے۔ اس کے سوا کسی کو مالکیت اور حاکمیت کا حق نہیں پہنچتا۔ نیز اس عقیدے کو قبول کرنے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ:

۶۔ انسان اپنی آزادی و خود مختاری سے دست بردار ہو جائے، اپنی خواہش نفس کی بندگی چھوڑ دے اور اللہ کا بندہ بن کر رہے جس کو اس نے الٰہ تسلیم کیا ہے۔

۷۔ اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک مختار نہ سمجھے، بلکہ ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان، اپنے اعضاء اور اپنی ذہنی اور جسمانی قوتوں کو بھی اللہ کی ملک اور اس کی طرف سے امانت سمجھے۔

۸۔ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے ذمہ دار اور جواب دہ سمجھے اور اپنی قوتوں کے استعمال اور اپنے برتاؤ اور تصرفات میں ہمیشہ اس حقیقت کو ملحوظ رکھے کہ اُسے قیامت کے روز اللہ کو ان سب چیزوں کا حساب دینا ہے۔

۹۔اپنی پسند کا معیار اللہ کی پسند کو اور اپنی ناپسندیدگی کا معیار اللہ کی ناپسندیدگی کو بنائے۔

۱۰۔اللہ کی رضا اور اس کے قرب کو اپنی تمام سعی و جہد کا مقصود اور اپنی پوری زندگی کا محور ٹھہرائے۔ گویا اللہ تعالیٰ ہی اس کا محبوبِ حقیقی اور مطلوب و مقصودِ اصلی بن جائے۔

۱۱۔ اپنے لئے اخلاق میں، برتاؤ میں، معاشرت اور تمدن میں، معیشت اور سیاست میں، غرض زندگی کے ہر معاملے میں صرف اللہ کی ہدایت تسلیم کرے اور ہر اُس طریقے اور ضابطے کو رد کر دے جو اللہ کی شریعت کے خلاف ہو۔

اس شہادت کے جزوِ ثانی سے واضح ہوتا ہے کہ سیدِ وُلدِ آدم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ اللہ کے بندے ہیں اور دوسرے یہ کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پہلی حیثیت کے اعتبار سے آپ عبدیت کاملہ کے مقام پر فائز ہیں اور آپؐ کی اس حیثیت کے علم اور اعتراف سے شرک کی ان جملہ اقسام کا کامل سدّ باب ہو جاتا ہے جن میں سابقہ امّتیں اپنے اپنے انبیاء و رُسل کے فرطِ احترام، شدّتِ عقیدت اور غلوِ محبت کے باعث ملوث ہوگئیں اور دوسری حیثیت کے اعتبار سے آپؐ کے فرقِ مبارک پر ختمِ نبوت اور ختمِ رسالت کا تاج بھی ہے اور آپ کے دستِ مبارک میں شہنشاہِ ارض و سماء کی جانب سے اِتمامِ نعمتِ شریعت اور تکمیل دینِ حق کا فرمانِ شاہی بھی۔ گویا سلطانِ کائنات کی طرف سے رُوئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو جس آخری نبیؐ کے ذریعہ سے مستند ہدایت نامہ اور ضابطہ قانون بھیجا گیا اور جس کو اس ضابطہ کے مطابق کام کر کے ایک مکمل نمونہ قائم کر دینے پر مامور کر دیا گیا، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس امرِ واقعی کو جاننے اور تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ انسان کو جملہ مخلوقات میں شدید ترین محبت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہو اور آپؐ کی اطاعت اور اتباع ہی زندگی کا اصل طریق بن جائے گویا:

۱۔ انسان ہر اُس تعلیم اور ہر اُس ہدایت کو بے چون و چرا قبول کرے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔

۲۔ اس کو کسی حکم پر آمادہ کرنے کے لئے اور کسی طریقہ کی پیروی سے روک دینے کے لئے صرف اتنی بات کافی ہو کہ اس چیز کا حکم یا اس چیز کی ممانعت رُسولِ خدا سے ثابت ہے۔

۳۔رسولِ خدا کے سوا کسی کی مستقل بالذات پیشوائی و رہنمائی تسلیم نہ کرے۔ دوسرے انسانوں کی پیروی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے تحت ہو، نہ کہ ان سے آزاد۔

۴۔ اپنی زندگی کے ہر معاملے میں خدا کی کتاب اور اُس کے رسولؐ کی سُنّت کو حجت اور سند اور مرجع قرار دے، جو خیال یا عقیدہ یا طریقہ کتاب و سنت کے مطابق ہو اسے اختیار کرے، جو اس کے خلاف ہو اسے ترک کر دے، اور جو مسئلہ بھی حل طلب ہو اسے حل کرنے کے لئے اُسی سرچشمہ ہدایت کی طرف رجوع کرے۔

۵۔ تمام عصبیتیں اپنے دل سے نکال دے خواہ وہ شخصی ہوں یا خاندانی یا قبائلی و نسلی، یا قومی و وطنی، یا فرقی و گروہی، کسی کی محبت یا عقیدت میں ایسا گرفتار نہ ہو کہ رسولؐ خدا کے لائے ہوئے حق کی محبت و عقیدت پر وہ غالب آجائے یا اس کی مدِّ مقابل بن جائے۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والے کسی شخص کو نہ تو کسی بھی معنی میں نبی یا رسول سمجھے نہ معصوم اور نہ ہی کسی کا یہ منصب اور مرتبہ سمجھے کہ اس کے ماننے پر انسان کا مومن و مسلم سمجھا جانا منحصر ہو۔

نیز اسی کے متضمّنات کی حیثیت سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ:

۷۔ یہ تسلیم کیا جائے کہ آپؐ نے جو نظام قائم فرمایا اور جو خلافتِ راشدہ کے دوران بتمام و کمال قائم رہا، وہی، دینِ حق اور نظامِ اسلامی کی صحیح ترین اور واحد مسلّمہ تعبیر ہے۔ گویا خلافتِ

راشدہ فی الواقع ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' تھی اور خلفائے اربعہ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور علی حیدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ''خلفائے راشدین ومہدیین'' ہیں جن کی سنت آنحضورؐ کے بعد دین میں حجت کا درجہ رکھتی ہے۔

۸۔ یہ یقین رکھا جائے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جنہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپؐ کی تعلیم اور تزکیہ وتربیت سے براہِ راست فیض یاب ہونے کی سعادت نصیب ہوئی من حیثیت الجماعت پوری اُمت میں افضلیت مطلقہ کے حامل ہیں۔حتیٰ کہ کوئی غیر صحابی کسی صحابی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ان کی محبت جزوایمان ہے، ان کی تعظیم وتوقیر دراصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہے اور ان سے بغض وعداوت اور ان کی تحقیر وتوہین درحقیقت آنحضورؐ سے بغض وعداوت اور آپؐ کی تحقیر وتوہین ہے ____ ان کے مابین جزوی فضیلت کے بہت سے پہلو ہوسکتے ہیں لیکن فضیلت کلّی متعین طور پر اس طرح ہے کہ تمام صحابہؓ میں ایک اضافی درجۂ فضیلت حاصل ہے حضراتِ اصحاب بیعت رضوان کو، پھر ان پر ایک مزید درجہ فضیلت حاصل ہے حضرات اصحاب بدر کو، پھر ان پر ایک اور درجہ فضیلت کے حامل ہیں حضرات عشرۂ مبشرہ اور ان میں فضیلت مطلقہ حاصل ہے، حضراتِ خلفاء اربعہ کو جن کی افضلیت علیٰ ترتیب الخلافت ہے یعنی افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ، پھر درجہ ہے حضرت عمر فاروقؓ کا، پھر مقام ہے حضرت عثمان غنیؓ کا اور پھر مرتبہ ہے حضرت علی حیدرؓ کا!

مزید برآں صحابہ کرامؓ کل کے کل ''عدول'' ہیں اور ان کے مابین اختلاف ونزاع نفسانیت کی بناء پر نہیں بلکہ خطائے اجتہادی کی بنا پر ہوا۔چنانچہ مشاجراتِ صحابہؓ کے باب میں محتاط ترین روش تو یہ ہے کہ ''کفِ لسان'' سے کام لیا جائے اور کامل سکوت اختیار کیا جائے تاہم کوئی حقیقی اور واقعی ضرورت ہی لاحق ہوجائے تو ایک کو ''مصیب'' یعنی صحیح مؤقف پر اور دوسرے کو ''مخطی'' یعنی راہِ خطائے اجتہادی پر تو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن کسی کو بھی سبّ وشتم یا الزام واتہام کا ہدف بنانا جائز نہیں ہے!

ج: ہر قسم کے کفر اور جملہ انواع واقسام شرک اور تمام رذائل وذمائم اخلاق سے شعوری طور پر اعلانِ براءت کرے، بایں الفاظ کہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَتَبَرَّأْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْكِذْبِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبِدْعَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْبُهْتَانِ وَالْمَعَاصِیْ كُلِّهَا۔

یعنی ''اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تیرے ساتھ کسی کو جانتے بوجھتے شریک کروں اور تجھ سے مغفرت کا طلب گار ہوں اگر کبھی بے سمجھے بوجھے ایسا ہوجائے اور میں اعلان براءت کرتا ہوں ہر نوع کے کفر سے، شرک سے، جھوٹ سے، غیبت سے، بدعت سے، چغلخوری سے، بے حیائی کے کاموں سے، بہتان طرازی سے اور جملہ نافرمانیوں سے۔''

تشریح: ایمان کی طرح کفر کی بھی دو قسمیں ہیں ایک کفر حقیقی، کفر قلبی اور دوسرے کفرِ قانونی یا کفر ظاہری ____ کفرِ حقیقی یا کفر قلبی کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری وناشکری اور اس تعالیٰ کی ہر معصیت اور ہر نافرمانی پر ہوجاتا ہے لیکن جہاں تک اُس کفر قانونی یا کفر شرعی کا تعلق ہے جس کی بناء پر کسی کی تکفیر کر کے اس کا رشتہ ملتِ اسلامی سے منقطع کر دیا جائے تو وہ ضروریات دین میں سے کسی کے انکار ہی سے لازم آتا ہے، مجرد بے عملی یا، نافرمانی حتیٰ کہ کبائر کے ارتکاب سے بھی لازم نہیں آتا۔

اسی طرح شرک کی بھی بے شمار اقسام ہیں بعض شرک اعتقادی ہیں اور بعض صرف عملی، بعض جلی ہیں اور بعض خفی، تاہم جملہ انواع واقسام شرک کا ایک احصاء اور احاطہ اس طرح ممکن ہے کہ ایک شرک فی الذّات ہے یعنی یہ کہ کسی کو کسی اعتبار سے خدا کا ہم جنس، یا ہم کفو بنا دیا جائے جس کا کامل رد ہے سورہ اخلاص میں۔دوسرے شرک فی الصفات ہے یعنی کسی کو کسی صفت کے اعتبار سے خدا کا مثل یا مثیل بنا دیا جائے جس کا نہایت مکمل سد باب ہے آیت الکرسی میں، اور تیسرے شرک فی الحقوق ہے جس کی جامع ترین تعبیر شرک فی العبادت ہے جس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ کوئی خدا سے بڑھ کر یا اُس جتنا محبوب ومطلوب ہوجائے اور یہ بھی کہ کسی کو علی الاطلاق مطاع مان لیا جائے یعنی اس کی اطاعت خدا کی اطاعت سے آزاد تسلیم کر لی جائے، اور یہ بھی کہ عام مادی قانون اور ظاہری قواعد وضوابط کے دائرے سے باہر کسی سے استعانت اور استمداد واستغاثہ کیا جائے یا اس سے دُعا کی جائے اور اسے پکارا جائے (عام مادی قوانین کے تحت بھی اگر کسی کے بارے میں یہ خیال ہو کہ محض اپنی قوت اور ارادے سے کسی کو نفع یا ضرر پہنچا سکتا ہے تو یہ شرک فی الصفات کی ایک قسم یعنی شرک فی القدرت اور شرک فی التصرف ہوگا) مزید برآں شرک کی اسی نوع کے ذیل میں آتے ہیں ریا اور سمعہ بھی اور کسی کے لئے کسی بھی نیت سے ان مراسم عبودیت کو بجالانا بھی جو صرف اللہ کے لئے خاص ہیں جیسے سجدہ اور نذر!

رذائل وذمائم اخلاق کی مکمل فہرست دینا ممکن نہیں تاہم اگر انسان ان سے اجتناب کرے جو اُوپر بیان ہوئے تو دوسروں کا سد باب خود بخود ہوجائے گا۔

د) سابقہ زندگی کے تمام گناہوں پر نہایت الحاح وزاری سے بارگاہِ خداوندی میں مغفرت کا طلب گار رہو اور آئندہ کے لئے کامل خلوص واخلاص کے ساتھ توبہ کرے، ان الفاظ کے ساتھ کہ:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّی مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتَهٗ عَمَدًا اَوْخَطَاً سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ اَعْلَمُ وَمِنَ الذَّنْبِ الَّذِیْ لَآاَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ وَسَتَّارُ الْعُيُوْبِ وَغَفَّارُ الذُّنُوْبِ

''یعنی میں اللہ سے معافی کا خواستگار ہوں تمام گناہوں پر خواہ میں نے جان بوجھ کر کئے ہوں یا غیر ارادی طور پر اور خواہ چھپ چھپا کر کئے ہوں خواہ علانیہ طور پر، اور خواہ وہ میرے علم میں ہوں خواہ میرے علم میں نہ ہوں۔ اے اللہ تو ہی تمام غیبوں کا جاننے والا اور تمام عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والا اور تمام گناہوں کی بخشش فرمانے والا ہے۔''

تشریح: توبہ صرف زبان سے کلماتِ توبہ کے ادا کر دینے یا ان کے ورد یا وظیفہ بنا لینے کا نام نہیں ہے بلکہ گناہ پر حقیقی ندامت اور واقعی پشیمانی اور معصیت سے کلی اجتناب کے عزمِ مصمم کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں رجوع کرنے اور گناہ و معصیت کو بالفعل ترک کر دینے کا نام ہے یہ تین شرائط ان کوتاہیوں کے ضمن میں کافی ہیں جو حقوق اللہ کے باب میں ہوں، حقوق العباد سے تعلق رکھنے والے معاصی کے لئے ایک چوتھی اضافی شرط یہ ہے کہ جس کسی پر زیادتی ہوئی ہو اس کی تلافی کی جائے یا اس سے معافی حاصل کی جائے۔

بنا بریں توبہ کی صحت کیلئے لازم ہے کہ جو شخص تنظیمِ اسلامی میں شمولیت کا خواہاں ہو وہ:

۱۔ جملہ فرائض دینی کی پابندی اختیار کرے اور تمام کبائر سے فی الفور مجتنب ہو جائے۔ بالخصوص ارکان اسلام کی پوری پابندی کرے۔ چنانچہ نماز قائم کرے (مردوں کے لئے التزام جماعت بھی ضروری ہے) رمضان المبارک کے روزے رکھے، صاحبِ نصاب ہو کر تو باقاعدہ حساب کے ساتھ پوری زکوٰۃ ادا کرے اور صاحبِ استطاعت ہو اور تا حال حج بیت اللہ نہ کیا ہو تو فوراً نیت کرے اور جلد از جلد فریضہ حج ادا کرے۔

۲۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سے زیادہ اتباع کرے اور ایسی تمام بدعات اور رسومات کو ترک کر دے جن کا ثبوت قرونِ مشہود لہا بالخیر میں نہ ملتا ہو۔

تشریح: ان بدعات و رسومات کا زیادہ زور شادی بیاہ، پیدائش، عقیقہ، ختنہ، سالگرہ، فوتیدگی اور تیوہاروں کے مواقع پر ہوتا ہے۔ ان سب میں لازم ہوگا کہ اپنے معاملات کو زیادہ سے زیادہ قرونِ اولیٰ کے مطابق بنایا جائے اور بعد کے اضافوں کو ترک کر دیا جائے۔

۳۔ اپنی معاشرت میں جملہ اسلامی احکام کی پابندی کرے خصوصاً ستر اور حجاب کے شرعی احکام پر عمل پیرا ہو۔

۴۔ اگر کوئی ایسا ذریعہ معاش رکھتا ہو جو معصیت فاحشہ کے ذیل میں آتا ہو جیسے چوری، ڈاکہ، سود، زنا، شراب، رقص و سرور، شہادتِ زور، رشوت، خیانت، جوا اور سٹہ وغیرہ تو اسے ترک کر دے۔

تشریح: اس بات کا تو بظاہر احوال کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ وہ لوگ تنظیم اسلامی میں شمولیت کے خواہاں ہوں جن کی معاش چوری یا ڈاکہ، شراب کی تیاری یا اس کی فروخت وغیرہ، عصمت فروشی یا رقص و سرور ایسے قبیح کاموں سے متعلق ہوں تاہم اگر اللہ تعالیٰ ایسے کسی کاروبار سے متعلق کسی فرد کو اصلاح کی توفیق دے تو یہ بھی اس کی رحمت سے بعید نہیں۔ بہر صورت ان تمام کاموں کی حرمت اور قباحت و شناعت ہمارے معاشرے میں معلوم و معروف ہے ـــــ البتہ بعض حرام چیزیں کچھ اس طرح ہمارے معاشرے میں جاری و ساری ہو گئی ہیں کہ عام لوگ یا تو ان کی قباحت سے ہی آگاہ نہیں رہے یا انہوں نے کسی مجبوری کے عذر کی بنیاد پر اُن کو اپنے لئے مباح کر لیا ہے۔ ان میں سے مکروہ ترین چیز ہے سُود، جس سے باز نہ آنے پر قرآن حکیم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اعلان جنگ کی وعید سناتا ہے اور دوسرے نمبر پر ہے رشوت اور سرکاری حیثیت اور اختیار کا ناجائز استعمال اور ان پر مستزاد ہیں بیع و شرا کی بعض ناجائز صورتیں اور سرکاری محاصل (انکم ٹیکس ڈیوٹی وغیرہ) سے بچنے کے لئے اخفاء و کذب بیانی۔

ہمیں خوب اندازہ ہے کہ اس وقت جو خدا ناشناس اور عاقبت نا آشنا نظام پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے اور پورا انسانی معاشرہ بحیثیت مجموعی جس فساد اخلاقی میں مبتلا ہے اس کے پیش نظر ان تمام چیزوں سے کامل اجتناب نہایت مشکل اور صبر آزما کام ہے لیکن تنظیم اسلامی جن مقاصد کے لئے قائم کی جا رہی ہے اس کے پیش نظر لازم ہے کہ اس سے عملی وابستگی کے لئے وہی لوگ آگے بڑھیں جو رخصتوں اور حیلوں پر عمل کرنے کے بجائے عزیمت اور صبر و توکل کو اپنا شعار بنائیں اور ہر اس ذریعہ معاش کو ترک کرنے کی کوشش کریں جس میں حرام کی آمیزش ہو۔ اس معاملے میں سر دست حسب ذیل تصریحات پر اکتفا کی جاتی ہے۔

(i) سود لینا اور دینا قطعاً حرام ہیں لہٰذا بنکوں یا دیگر اداروں سے نہ کبھی کوئی رقم کسی بھی غرض کے لئے سود پر قرض لینا جائز ہے نہ سیونگ اکاؤنٹ یا فکسڈ ڈیپازٹ یا نقد رقم پر معینہ منافع کی کسی بھی دوسری صورت میں سرمایہ لگانا درست ہے۔ چنانچہ بنکوں سے صرف عام سروسز جیسے ترسیل زر یا لاکرز سے انتفاع یا زیادہ سے زیادہ کرنٹ اکاؤنٹ رکھنے کی سہولت حاصل کی جا سکتی ہے۔

(ii) کسی ایسے کاروباری ادارے کی ملازمت جائز نہیں ہے جس میں سود کو غالب عنصر کی حیثیت حاصل ہو جیسے بنک اور انشورنش کمپنیاں۔

(iii) رشوت لینااور دینادونوں حرام ہیں۔ البتہ کسی ایسی صورت میں کہ کسی ظالم اہل کار یا صاحب اختیار کو اپنا جائز حق وصول کرنے کے لئے کچھ مجبوراً دینا پڑے تو اس کا شمار استحصال بالجبر میں ہوگا۔ رشوت میں نہیں۔ البتہ یہ صرف اُسی صورت میں ہوگا کہ نہ کوئی ناجائز انتفاع مطلوب ہو، نہ کسی سرکاری قانون اور پابندی سے بچنا مقصود ہو اور نہ ہی کسی اور کے جائز حقوق پر زد پڑتی ہو۔

(iv) سرکاری محاصل کے ضمن میں جتنی رعائتیں مروجہ قانون کے اندر اندر ممکن ہوں ان سے بڑھ کر کسی ایسی صورت کو اختیار کرنا درست نہیں ہے جس میں کذب، فریب اور شہادت زور شامل ہوں۔

(v) کاروبار کی مختلف صورتوں میں سے بھی جن جن میں بیع فاسد یا جوئے یا سٹے یا احتکار وغیرہ کا عنصر شامل ہو اس سے بچنا لازم ہے۔

(vi) اگر اس کے قبضے میں ایسا مال یا جائیداد ہو جو حرام طریقے سے آیا ہو یا جس میں حق داروں کے تلف کردہ حقوق شامل ہوں تو اس سے دستبردار ہو جائے اور اہل حقوق کو ان کے حق پہنچا دے۔ البتہ یہ عمل صرف اس صورت میں کرنا لازم ہے جب کہ حق دار بھی معلوم ہوں اور وہ مال بھی معلوم و متعین ہو جس میں ان کا حق تلف ہوا ہے۔ بصورت دیگر توبہ اور آئندہ کے لئے طرزِ عمل کی اصلاح کافی ہوگی۔

ھ) گہرے احساس ذمہ داری کے ساتھ اعلان کرے کہ وہ ہر طرف سے یکسو ہو کر صرف اللہ کا ہو کر رہے گا، رضائے الٰہی ہی اس کا اصل مقصود و مطلوب ہوگی اور نجات و فلاح اُخروی کا حصول ہی اس کا اصل نصب العین ہوگا ــــــ اور جس طرح اس کی نماز اور قربانی صرف اللہ کے لئے ہوگی اسی طرح اس کے جسم و جان، مال و منال حتیٰ کہ زندگی اور موت سب اللہ ہی کے لئے ہوں گے۔ یعنی

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ــــ اور ــــ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O لَاشَرِیْكَ لَهٗ ج وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ O

تشریح: ہر ذی شعور کا اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت سے سرشار ہو کر اپنی پوری زندگی اس کی کامل اطاعت میں دے دے (جو لازماً اطاعت رسولؐ ہی کے واسطے سے ہوگی) اس رویے کا نام عبادتِ رب ہے جو ہر انسان سے اللہ کا پہلا مطالبہ ہے اور جس کی طرف نوعِ انسانی کی دعوت دینے کے لئے تمام انبیاء و رسل مبعوث ہوئے اور جو از روئے قرآن جنوں اور انسانوں کا عین مقصدِ تخلیق ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس پر لازم ہے کہ اپنی صحت و قوت، فرصت و فراغت، صلاحیت و استعداد، مال و دولت اور وسائل و ذرائع کا زیادہ سے زیادہ حصہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل، دعوت الی اللہ اور تبلیغ دین، نصرتِ خدا اور رسولؐ اور حمایت و اقامت دین اور شہادت علی الناس اور اظہارِ دین حق علی الدین کلہٖ کے لئے وقف کر دے اور اس کے لئے محنت و مشقت، انفاق و ایثار، ترک و اختیار، ابتلا و آزمائش، صبر و مصابرت، استقامت و مقاومت ـــ الغرض ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کے جملہ مراحل کے لئے مقدور بھر ہمت و عزیمت کی راہ اختیار کرے۔ یہ تمام فرائض ہر مسلمان پر حسب صلاحیت و استعداد اور مطابقِ وسعت و قوت عاید ہوتے ہیں اور ان کی انجام دہی میں ہی بندے کی وفاداری کا اصل امتحان ہے!

و) خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اور "اِنَّ العَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً" کے پیشِ نظر پورے احساس مسئولیت کے ساتھ عہد کرے کہ اپنے فرائض دینی کی انجام دہی کے لئے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کہ "اَنَاامُرُ كُمْ بِخَمْسٍ: بِالجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالهِجْرَةَ وَالْجِهَادِ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ" کے مطابق تنظیم اسلامی کے نظم کی پوری پابندی کرے گا۔

تشریح: یہ بات اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ تنظیم اسلامی نہ عام معنی میں دنیوی یا سیاسی جماعت ہے نہ محدود مفہوم میں مذہبی تنظیم بلکہ یہ ایک ہمہ گیر دینی جماعت ہے اگر چہ یہ خیال کرنا تو غلطی ہی نہیں عظیم گمراہی ہوگی کہ یہ اُس "الجماعت" کے حکم میں ہے جس میں شمولیت اسلام میں داخلے اور جس سے علیحدگی کفر کے مترادف ہے اور جس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ" یعنی جو اس سے علیحدہ ہوگا وہ علیحدہ ہی جہنم میں جھونک دیا جائے گا ــــ تاہم اس کے نظم کو عام معاشرتی و ثقافتی انجمنوں یا طبقاتی و پیشہ ورانہ تنظیموں یا سیاسی و قومی جماعتوں کے قواعد و ضوابط کی پابندی پر بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کی "اطاعت فی المعروف" ــــ "سمع و طاعت" کے خالص اسلامی اور ٹھیٹھ دینی اصول کے مطابق تمام شرکائے تنظیم پر واجب ہے۔